بابر حسین
استاد شعبہ اُردو
الخیر یونیورسٹی، بھمبر آزاد کشمیر
ڈاکٹر محمد افضال بٹ
صدر شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

”آگ کا دریا“ کی روشنی میں قرۃ العین حیدر کے اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of style has gained much importance in this era when it comes to style in Qurat-ul-Ain Haider's "A River of Flames". We see the practical and technical side of art in her literary style. By reading this novel, we come to know of her unique expressions and language, which has become her mark of identity . In her style she choose her words and the content of the sentences is enough to engross the reader . A good style entices the person in itself. That is the reason her novel has preference in language and style. Her style deviates, changing in time phases of the novel. Through this novel she explains history in a very creative way. In short "A River of Flames" has uniqueness of its own due to being a compound of different styles.

دور جدید میں اسلوب کے تجزیاتی مطالعہ کو جو اہمیت آج حاصل ہوئی ہے وہ اس سے قبل نہ تھی۔ ادیبوں اور شاعروں کے برتاؤ اور مزاج کی بدولت جو الفاظ ان کے فکر و فن کے حوالے سے ادب کا حصہ بنے ہیں وہی الفاظ و بیان اور اسلوب ان کی پہچان بن گئے ہیں۔ ادب میں لفظ شناسی اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے۔ نفسیاتی، سماجی، تہذیبی اور تحقیقی پہلوؤں کے حوالے سے اسلوب تہہ در تہہ مختلف پرتوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس لیے ادب میں اسلوبیاتی نہ صرف فن بلکہ بطور سائنسی مضمون کی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس لیے ہر شاعر یا ادیب کے فکری و فنی تجزیے میں اسلوب کو خاصی اہمیت حاصل ہوگئی۔

ہر بڑا فنکار اپنے فن کے اعتبار سے نئے اور پرانے رویوں سانچوں اور پیرایوں کی نوعیت سے زبان وبیان کے ایسے امکانات متعارف کراتا ہے جو اس کے اور بعد کے زمانے میں اپنی نت نئی تعبیریں اور تشریحیں پاتا ہے۔ یہ اسلوب اپنے اندر زباں وبیان کی قید سے آزاد اپنے بامعنی ہونے کے ثبوت فراہم کرتا ہے اور فکر وخیال کو اجاگر کرتا ہے۔ بنیادی طور پر اسلوب ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعے اہل قلم کے فکر وخیال سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ ادبی اسلوب میں فنکار اپنے اسلوب نگارش سے دوسروں کو متاثر کرتا ہے

سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

''اسلوب دراصل فکر ومعانی اور اہمیت وصورت یا مافیہ وپیکر کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔''(۱)

پروفیسر ہنری بیل کے مطابق:

''اسلوب کے معنی یہ ہیں کہ فن کار کسی سلسلہ فکر کے اظہار کے وقت وہ تمام کوائف شامل کرے جو سلسلہ فکر کے کامل ابلاغ کے لیے ضروری ہیں۔''(۲)

گویا اسلوب سے مراد لکھنے والے کی انفرادی طرز تحریر جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے مختلف اور اپنی ایک الگ شناخت بناتا ہے۔ اسلوب فنکار کی شخصی فکری، جذباتی اور تخیلاتی صفات کا عکس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ بیان کرتے ہیں:

''اسلوب بیان زبان کے ماضی حال اور مستقبل یعنی جملہ امکانات کو نظر میں رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلوبیات میں اسلوب کا تصور تجزیاتی ومعروضی نوعیت رکھنے کے باوجود تاریخی سماجی جہت کی راہ کو کھلا رکھتا ہے......ادبی اسلوبیات تجزیاتی طریق کار کے استعمال سے تخلیقی اظہار کے پیرایوں کی نوعیت کا تعین کر کے ان کی درجہ بندی کرتی ہے۔ وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ فنکار نے ممکنہ تمام لسانی امکانات میں سے اپنے طرز بیان کا انتخاب کیا۔''(۳)

اسلوبیات میں دراصل فنکار کے اسلوب کے ادبی اور لسانی خصوصیت کا جائزہ لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تخلیق ایک الگ اور منفرد مقام رکھتی ہے۔ لسانی اظہار کے عمومی اور خصوصی اور فطری انداز سے فنکار کا طرز نگارش کس حد تک مختلف ہے یا کسی مخصوص طرز اظہار میں کون سے خصائص موجود ہیں۔ جہاں تک ناول کے فن کا تعلق ہے۔ ناول کے فن میں زبان واسلوب خود مصنف کے لیے اظہار ذات کا وسیلہ بھی ہو سکتا ہے اور کرداروں کے لیے بھی۔ اس طرح وہ اسلوب داخلی اور لسانی آہنگ کا امتزاج ہوتا ہے۔ اسلوب نہ صرف ایک ذریعہ اظہار کی حد تک محدود نہیں بلکہ وسیع تر مضمون ہی تکنیک کا حصہ بھی ہے۔ جہاں تک قرۃ العین حیدر کے اسلوب کا تعلق ان کے ناول ''آگ کا دریا'' کے حوالے سے ہے تو ''آگ کے دریا'' زبان واسلوب کی عملی اور فنی تکنیک کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس ناول میں ڈھائی ہزار سال کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے اور ایک طویل اور تہہ در تہہ انسانی تجربے کو صرف زبان اور اسلوب کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ آٹھ سو صفحات پر مشتمل یہ ناول آگ کا دریا اردو ناول میں ہیئتی انداز کا ایک انوکھا اور نرالہ تجربہ ہے۔ اس ناول میں اسلوب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

ضمنی اور معنوی اعتبار سے اسلوب کا یہ تجربہ ناول کی رمزیت اور معنویت کو ابتداء ہی سے اپنے قاری کو سحر میں محو کر دیتا ہے۔

''گوتم نیلم برنے چلتے چلتے ٹھٹھک کر پیچھے دیکھا۔ راستے کی دھول بارش کی وجہ سے کم ہو چکی تھی گو اس کے پاؤں مٹی میں اٹے تھے برسات کی وجہ سے گھاس اور درخت زمرد کے رنگ کے دکھلائی پڑ رہے تھے۔ اسوک کے تاریخی اور سرخ پھول ''ہری ہریالی میں تیزی سے جھلملاتے تھے اور ہیرے کی ایسی جگمگاتی پانی کی لڑیاں گھاس پر ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں۔ ندی کے پار پہنچتے پہنچتے بہت رات ہو جائے گی۔ گوتم کو خیال آیا گھاٹ پر کشتیاں کھڑی تھیں، برگد کے نیچے کسی من چلے ملاح نے زور زور سے سارن الاپنا شروع کر دیا تھا۔ آم کے جھرمٹ میں ایک اکیلا مور پر پھلائے کھڑا تھا شراوتی میاں سے پورے پچیس کوس تھا اور گوتم نیلم بر کو ندی تیر کر پار کرنی تھی۔ گھاٹ پر تین لڑکیاں ایک طرف کو بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان کے ہنسنے کی آواز یہاں تک آ رہی تھی۔ لڑکیاں کتنی باتونی ہوتی ہیں۔ گوتم نے سوچا انھیں بھلا کون سے مسئلے حل کرنا ہیں۔ اس کا دل چاہا کہ نظر پھیر کر انھیں دیکھ لے خصوصاً اس کیسری ساڑھی والی لڑکی کو جس نے بالوں میں چمپا کا پھول اڑس رکھا تھا اس کے ہاتھ نچلی سیڑھی پر جو لڑکی آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی اس کے گھنگھریالے بال تھے اور کتابی چہرہ جڑی ہوئی سیاہ بھنویں۔ قریب پہنچ کر گوتم نے ان دونوں کو لحظہ بھر کے لیے دھیان سے دیکھا اور پھر جلدی سے نظریں جھکا لیں۔''(۴)

''آگ کا دریا'' کا پہلا پیراگراف ہی اتنا معنی خیز اور اثر انگیز ہے کہ اس کے ذریعے بھی قرۃ العین حیدر اسلوب کے فنی مزاج کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ناول ماضی کی دنیا کی سیر کراتا ہے اور اس ناول کے ذریعے وقت سے ماورا ہو کر صدیوں کی تاریخی اور تہذیبی قدروں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس ناول میں انسان اور اس کے فطری پس منظر سے واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یوں اس ناول کے پڑھنے والا قرۃ العین حیدر کے اسلوب اور منفرد زبان و بیان کے ذریعے زمینی مناظر کی سیر کے ساتھ ماضی کے دھندلے آئینوں کو شفاف طور پر سامنے دیکھتا ہے۔ بقول محمود انصاری:

> ''تاریخ میں یہ واقعات ہم میں ہر ایک نے پڑھے ہوں گے لیکن ناول میں مطالعہ افعال اور حرکات کی بہترین شکل اردو میں پہلی مرتبہ آگ کا دریا میں ملے گی۔''(۵)

اس میں مبالغہ آمیزی نہیں ہے کہ قرۃ العین حیدر کی تحریر میں بڑی جان ہے۔ اس کے الفاظ و بیان میں شعریت دل سوزی اور سادگی موجود ہے۔ اپنے جدید ترین داخلی اور خارجی تاثر کی وجہ سے آگ کا دریا میں زبان کا شعوری عمل بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مصنفہ کو زبان و بیان اور اسلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ جدید و قدیم زبانوں سے واقف ہے۔ وہ اظہار کے وسیلہ کے لیے زبان کے بارے میں حساس ہیں۔

> ''ساری چیزوں میں اسے پروہت آگ لگ گئی ہے۔ آنکھیں آگ میں جلتی ہیں اور اشکال بصارت،

حسیات، وفورِ شوق آوازیں، خوشبوئیں، ذہن و دماغ، خیال جسم تصورات، سب دھڑا دھڑ اس آگ میں جل رہی ہیں، اور نفرت اور محبت اور پیدائش اور بڑھاپے اور رنج والم اور دکھ اور گریہ زاری اور مایوسی نے اسے پروہت یہ الاؤ تیار کیا ہے۔"(٦)

قرۃ العین حیدر کا پرزور بیانیہ انداز، ڈرامائی تاثر شدید کیفیات کی ساز آفرینی تکرار اور کرداروں کی خارجی فطرت دل نواز حسن عوام وخواص کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ اس نے دل کے ذریعے قدیم طرز معاشرت طرز فکر اور اقدار زندگی کو مصنفہ نے اس طرح بیان کیا کہ یہ وہ تمام باتیں ہیں جو اس دور کے انسان کا خاصا تھیں۔ گویا قرۃ العین حیدر نے اپنے اس ناول کے ذریعے تاریخی شعور کو اجاگر کیا۔

قرۃ العین حیدر نے تخیلی ادب میں اپنی جگہ بنالی تھی ان کی جدت پسندی اور تکنیک کا نیا تجزیہ اور مغربی ادب کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ ان میں بالعموم شعور کے بہاؤ کی تکنیک اور فن تدبیر قابلِ ذکر ہے۔ اس سے تاثرات اور یادیں لاشعوری طور پر منطقی ربط پیدا کرتی ہیں۔

"تب اُسے ایک اٹل حقیقت کا اندازہ ہوا ہاتھ انگلیاں جو حسن کی تخلیق کے لیے بنائی گئی ہیں خون میں نہلا دی جاتی ہیں۔ کسی خاموش و بہار میں بیٹھ کر وہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا...... تک جا کر اس نے اپنی کٹی ہوئی انگلیوں کو دیکھا اور کہہ دیا کہ یہ اس کے کرم کا پھل ہوگا اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہہ کے فلسفے سے اسے بڑا سکون حاصل ہوا۔"(٧)

ان الفاظ میں گوتم کا جو تجربہ جس میں ایک کرب چھپا ہوا ہے اسے قرۃ العین حیدر نہایت دلکش انداز میں بیان کیا۔ ہر فنکار کا اپنا اسلوب ہوتا ہے جو موضوع کی زیب وزینت کے علاوہ ایک اعلیٰ فن پارے کو تخلیق کرتا ہے۔ آگ کا دریا کے اسلوب کا تعلق ہیئت اور مواد دونوں سے ہے۔ قرۃ العین حیدر نے خارجی پہلو میں الفاظ کے انتخاب ترکیبوں اور جملوں کی عبارت سے قاری کے پڑھنے کے ذوق وشوق میں اضافہ کیا۔ اس لیے اچھا اسلوب اور ہیئت بھی قاری کو اثر انداز کرتی ہے۔ اچھا اسلوب اپنے اندر سحر کی کیفیت لیے ہوئے ہوتا ہے۔ ناول آگ کا دریا میں موزوں ترتیب کی بدولت دلکش روانی و بیان میں ندرت لفظوں میں دل آویزی، ہنرمندی اور فنکاری اسلوب بیان سے فنکار کو ابدیت سے ہم کنار کرتی ہے۔ قرۃ العین حیدر کے ناول میں ادبی کشش اور انفرادیت عطا کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب کا گہرا عمل دخل بھی ہے۔ یہ انھیں اپنے پیشرو ادیبوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ان کا اسلوب محسوس جذبات مشاہدات مطالعات اور خیالات کو اصلی شکل میں قارئین کے سامنے لانا چاہتا ہے۔ الفاظ کو نئے آہنگ اور روابط کے ساتھ استعمال کرنا پرانی علامتوں کو نئے خیال اور نئی علامتوں اور خیال انگیز طور پر پیش کرنا ان تمام چیزوں کو بہترین طور پر قرۃ العین حیدر نے اپنے اسلوب میں استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز حسین کا کہنا ہے کہ:

"بہترین اسٹائل اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی اسٹائل سے بے خبر اور اپنی شخصیت سے باخبر ہوتا ہے لیکن اسٹائل...... تمام شخصیت ہی کی شے نہیں ہوتی اس کا تعلق ابلاغ کے فن سے بھی ہے۔ جس کا ایک معیار ہے۔

ہر چیز کو وہ زمانے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔"(۸)

یہی وجہ ہے کہ قرۃ العین حیدر کے اسلوب اور تکنیک سے ان کے ناول آگ کا دریا کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔اس رومانیت اور سماجی حقائق کے ساتھ ساتھ تاریخی حقیقتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے فن اور فکر کے اعتبار ان کا ناول بہت جاذب توجہ ہے۔آگ کا دریا میں تاریخ سیاست معیشت اور معاشرت کے وسیع موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔البتہ آگ کے دریا میں کہیں کہیں فلسفہ کی حکمرانی بھی نمایاں نظر آتی ہے۔اس ناول کے کردار جاندار متحرک اور موثر ہیں۔اس میں حقیقی زندگی کی تصویر بھی ہے۔اس ناول میں ایک قسم کا واقعاتی استناد ہے جو اس کی عصری حسیت کو تیز کرنے کا باعث ہے۔قرۃ العین حیدر نے ناول میں تصویر کشی اور منظر نگاری کے لیے ہندوستانی کی سرزمین کو منتخب کیا۔

سراج منیر لکھتے ہیں:

"قرۃ العین حیدر کی تحریروں کے وسیع لینڈ سکیپ میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ ایک مربوط اور مسلسل ہمہ جہتی نمونہ ہے یہ ایک زندہ کائنات ہے جو اپنے متعین اصول کے مطابق پھیل رہی ہے۔اس کے مرکز میں تصورات اور تجزیات کا ایک جھرمٹ ہے اور اس کے گرد ایک پوری دنیا اس کی وسعت بھی ششدر کر دینے والی ہے۔اس کی وحدت بھی۔"(۹)

شمیم حنفی نے قرۃ العین حیدر کے لینڈ سکیپ کو بصیرت کی پیچیدگی اور اسالیب کی کثیر الجہتی کہا ہے لیکن سراج منیر نے اس بات کی تردید کرتے ہیں۔ان کے مطابق جس فنکار کے ہاں اسالیب جتنے متنوع اور اس کے آفاق جتنے وسیع ہوں گے اس کا تجربہ بھی اتنا ہی وسیع ہوگا۔

سراج منیر لکھتے ہیں:

"کلیات میر کی ایک کرامت یہ ہے کہ غریب سے غریب لفظ اور لہجے کی سند تلاش کیجیے۔وہاں سے مل جائے گی۔قرۃ العین حیدر کا کمال بھی کم وبیش ہی ہے۔کردار کے اتنے اسالیب بیان شاید کہیں اور یکجا نہیں ملیں گے۔"(۱۰)

چنانچہ قرۃ العین حیدر کے ہاں اسالیب بیان کی اتنی کثرت ہے کہ اردو ادیبوں کے ہاں ہمیں ان اسالیب کا نصف بھی ملنا مشکل ہے اور پھر ان اسالیب میں کئی سطحیں ہیں یہی وجہ ہے کہ قرۃ العین حیدر کا دانشورانہ ارتقاء کسی لفظ پر آ کر رکا نہیں اور انھوں نے اپنی فکر کو کسی آئیڈیالوجی کا اسیر نہیں کیا۔اگرچہ ان کی تمام تخلیقات میں تنوع پایا جاتا ہے اور شروع میں تو انسانی تماشا جو ان کے ناولوں کی انگ بھومی پر کھیلا جاتا ہے بہت ہی معنی خیز نظر آتا ہے۔لیکن اپنے بے معنی انتشار میں بدل جاتا ہے اور اس مرحلہ پر ناول نگار کو قلبی رجحان اور واقعیت کے درمیان انتخاب کرنا پڑتا ہے۔چنانچہ قرۃ العین حیدر بھی واقعیت کا انتخاب کرتی ہوئی حقیقی زندگی کے مرقع پیش کرتی ہیں۔قرۃ ایک زبردست قصہ گو اور کہانی بنانے کے فن سے پوری طرح واقف ہے۔اُردو ہندی فارسی سنسکرت انگریزی اور وسطی ہندوستان کا لہجہ روانی کے

ساتھ استعمال کرتی ہیں۔ان کے الفاظ میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا اور ان کا مطلب بھی عبارت کے اعتبار سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ پڑھنے والا کسی الجھن میں نہیں پڑتا۔ یہی فنی کمال ان کی تحریر کا سحر ہے۔ناول آگ کا دریا میں اشاراتی وعلامتی زبان بھی استعمال ہوئی ہے۔ان کے ہاں مختلف مناظر کا احساس شدت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔

''وقت کے راستے سے ہٹ کر وہ ایک طرف سرک کر بیٹھ گیا۔تھکے ہوئے آرام کے احساس کے ساتھ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔اس نے سوچا جسے وہ زمان ومکاں کے احساس سے آزاد بہار کے بادلوں کی طرح اوپر اٹھا جارہا تھا چاروں طرف خلا ہے اور اس میں ہمیشہ کی طرح وہ تنہا موجود ہے۔دنیا کا ازلی ابدی انسان تھکا ہوا شکست خوردہ بشاش پر امید رنجیدہ انسان جو خدا میں ہے اور وہ خدا سے الگ ہے۔کائنات کا اولین ذی ہوش جسے یہ ساری چاندی سارے پھول ساری ندیاں سارا حسن دے دیا گیا ہے۔''(۱۱)

''فنا فنا ہر شے فنا ہے وقت فنا میں شامل ہے۔وقت کو مختلف حصوں میں قید کرلیا گیا ہے مگر وہ پل پل اس قید کو توڑتا ہوا چپ چاپ آگے نکلتا جارہا ہے۔''(۱۲)

ناول کے بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ قرۃ العین حیدر کا اسلوب بیان بھی اپنے زمانے کی نمائندگی کرتا ہے۔وہ اپنے ناول آگ کا دریا میں مختلف عہدوں کے لیے مختلف زبان استعمال کرتی ہے۔ابتداء میں سنسکرت اور ہندی ہندومت اور بدھ مت مسلمانوں کی آمد کے ساتھ عربی وفارسی الفاظ اور انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی انگریزی طرز اسلوب اپنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔قرۃ العین حیدر کا ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔مکالمات کی بہتات کے باوجود وہ اپنے پڑھنے کی توجہ اپنی ناول کی طرف مبذول رکھتی ہے جو ان کے کرداروں کی نفسیاتی اور داخلی وخارجی ارتقا کا ذریعہ ہے۔

''ارے یہ پروگریسو ہوگئیں......جوان کارئر کے ساتھ گھومتی ہیں۔سنا ہے پہلے تو بڑی سخت لگ رہی تھیں انڈیا میں۔''(۱۳)

''سارے مسلمان بیچلرز پاکستان میں ہیں اور لڑکیاں انڈیا میں......انڈیا آج کل بڑی تعداد میں علاوہ علی گڑھ کے گریجویٹوں کے مسلمان لڑکیاں پاکستان ایکسپورٹ کررہا ہے۔''(۱۴)

قرۃ العین حیدر کے اسلوب کے حوالے سے اسلوب احمد انصاری نے انگریز زبان کے الفاظ پر اعتراضات کیا ہے۔
اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

''وہ غیر ضروری طور پر اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ اور تراکیب استعمال کرتی ہیں جس سے لکھنے والے کی ذہن کے ناپختگی اور زبان کے مصنوعی پن کا احساس ہوتا ہے اور تحریر کی روانی میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔جس کے لیے کوئی معقول جواز نہیں۔''(۱۵)

اسی طرح قرۃ العین حیدر کے ناول آگ کا دریا میں شاعرانہ اسلوب رومان اور تخیلی آمیزش کے بارے میں وارث علوی نے بھی